اردو کا نفاذ ناگزیر کیوں؟ (تحریر: ڈاکٹر حسیب احمد)

اردو کے نفاذ کا مسئلہ کسی قومی، ملکی، یا نسلی عصبیت کا مسئلہ نہیں ہے کہ ایک زبان کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسری زبان نافذ کر دی جائے، بلکہ یہ مسئلہ دراصل دینی، قومی، ملکی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسئلہ ہے۔ یہ بیان حقیقی ہے یا مبالغہ آرائی، آیئے جائزہ لیتے ہیں۔

یہ دینی مسئلہ اس طرح ہے کہ عربی کے بعد سب سے زیادہ دینی لٹریچر اردو میں ہے۔ اردو فہمی آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر استعماری اور ''غیر استعماری'' سازش کے تحت اردو زبان ختم ہو جاتی ہے تو ہماری آنے والی نسلوں کا کیا بنے گا؟ ماہرین کہہ رہے ہیں کہ اگر ہماری یہی روش رہی تو اردو کا وجود بس بیس پچیس سال کی کہانی ہے (یعنی اردو بس بول چال کا ذریعہ رہ جائے گی، لکھنے پڑھنے اور برتنے کی چیز نہیں ہوگی)۔

ادب انسان کو اچھا انسان بنانے میں مددگار ہوتا ہے۔ آنے والی نسلیں اردو ادب سے تو کٹتی ہی جا رہی ہیں، وہ اردو میں نہایت قیمتی، دینی و کلاسیکی لٹریچر سے بھی کٹ جائیں گی۔ اس کے نتیجے کا اندازہ لگانے کے لیے آدمی کا کوئی بہت زیادہ دانشور ہونا ضروری نہیں ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی ایسی صورتحال نہیں ہے لیکن ہم اسی طرف جا رہے ہیں۔ کیوں نہ مسئلے کے مزید بڑھنے سے پہلے اس پر قابو پانے کی کوشش کی جائے؟

کہا جا سکتا ہے کہ قرآن اور حدیث نبوی ﷺ میں تو کسی خاص زبان کی ترویج کا حکم نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے کہ قرآن و حدیث نبوی ﷺ میں ایسی کوئی صریح ہدایت نہیں ہے۔ البتہ، قرآن میں دو جگہ اس کی طرف اشارے ضرور ہیں۔ ایک تو سورہ حٰم السجدہ کی آیت ۴۴ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (مشرکین کے اعتراض کے جواب میں) ترجمہ: ''ہم اس قرآن کو عجمی (زبان میں) قرآن بنا کر بھیجتے تو یہ لوگ کہتے، کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجیب بات ہے کہ کلام عجمی ہے اور مخاطب عرب ہیں''۔ دوسری آیت سورہ ابراہیم کی آیت ۴ ہے۔ ترجمہ: ''ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے، اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے''۔ یعنی کسی چیز یا موضوع کا ابلاغ متعلقہ لوگوں کی اپنی زبان میں ہی کما حقہ ممکن ہے۔ اجنبی زبان میں لوگوں کو صحیح طور پر نہیں سمجھایا جا سکتا۔ پاکستان میں اردو کا نفاذ اسلام کی روح کے عین مطابق ہے اور بدیسی زبان کا نفاذ اسلام کی روح کے بالکل منافی ہے۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ مسلمان اللہ اور رسول کی تعلیمات سے قریب ہوں اور دنیاوی طور پر تمام مروجہ علوم و فنون کے ماہر۔ اب سوچ لیجیے کہ اگر قوم کے اوپر غیر ملکی زبان مسلط ہو جس پر عبور رکھنے والے دو چار فیصد سے زیادہ نہ ہوں تو کیا اس قوم کے نوجوان مروجہ علوم و فنون پر بآسانی صحیح طور پر عبور حاصل کر سکیں گے؟ اپنی زبان کے خاتمے یا کم فہمی کی وجہ سے کیا یہ نوجوان اپنے تہذیبی ورثے سے کٹ نہیں جائیں گے؟ اپنی زبان اور ادب سے بے بہرہ یہ نوجوان جب شعبہ تعلیم و تدریس میں آئیں گے تو کیا اپنے شاگردوں کو آسان زبان میں موضوع کو سمجھا سکیں گے یا کسی مذاکرے میں اپنا مافی الضمیر سہل انداز میں پیش کر سکیں گے؟ کسی موضوع پر کوئی مضمون یا کتاب آسان اور عام فہم زبان میں لکھ سکیں گے؟ ایک حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ آسانیاں پیدا کرو، مشکلات پیدا نہ کرو (تیسروا و لا تعسروا بخاری، حدیث نمبر ۶۱۹۲، کتاب الآداب) اب آپ خود سوچ لیں کہ جہاں انگریزی سمجھنے والے دو چار فیصد سے زیادہ نہ ہوں، وہاں دفتری امور نمٹانا اور تعلیم حاصل کرنا انگریزی میں آسان ہوگا یا اردو میں؟

مزید برآں، اردو کے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب کا ۱۹۳۹ء کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے کہ ''اس وقت اردو زبان کی حفاظت حسبِ استطاعت واجب ہوگی اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا معصیت اور موجبِ مواخذۂ آخرت ہوگا''۔ اب تو اردو کے لیے حالات اُس وقت سے بھی بدتر ہو گئے ہیں۔

اگر قومی، ملکی اور سیاسی تناظر میں دیکھا جائے تو ذرا سوچیے کہ دنیا میں آپ کہیں ایک ملک کی بھی مثال دے سکتے ہیں، جس نے اپنی زبان چھوڑ کر کسی غیر ملکی زبان کو استعمال کر کے ترقی کی ہو؟ کرۂ ارض پر ایسی کوئی مثال نہیں ہے۔ بلکہ جاپان کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ جب دوسری عالمگیر جنگ میں شکست کے بعد امریکہ ''بہادر'' (فی الاصل بزدل) نے شہنشاہ جاپان سے پوچھا ''مانگو کیا مانگتے ہو؟'' تو دانا اور محبِّ وطن شہنشاہ نے جواب دیا ''اپنے ملک میں اپنی زبان میں تعلیم''۔ اس لین دین کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ غرض جاپان، جرمنی، فرانس وغیرہ بلکہ دنیا کے جس ملک نے بھی ترقی کی ہے، اپنی زبان میں تعلیم دے کر ہی کی ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اگر غیر ملکی زبان میں تعلیم دی جائے تو طالب علم کی تقریباً پچاس فیصد توانائی (بعض تو ۷۰ اور ۸۰ فیصد کہتے

ہیں) دوسری زبان پر خرچ ہوتی ہے اور بقیہ ۳۰ تا ۵۰ فیصد نفسِ مضمون پر۔

دوسری طرف یہ دیکھیے کہ میٹرک اور انٹر میں ہمارے طلبہ وطالبات کی اکثریت کس مضمون میں ناکام (فیل) ہوتی ہے؟ جواب واضح ہے کہ انگریزی میں۔ پنجاب میں پچھلے دس سال کے نتائج کے مطابق میٹرک کے اوسطاً ۴۶ فیصد طلبہ انگریزی میں فیل ہوئے اور انٹر کے ۸۷ فیصد۔ ان طلبہ میں کافی تعداد ایسے نوجوانوں کی ہو سکتی ہے جو انگریزی کے علاوہ دوسرے مضامین یا شعبوں میں اچھے ہوں اور آگے چل کر دوسرے شعبوں میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں۔ اس طرح ملک وقوم ہر سال معتدبہ تعداد میں اچھے اذہان سے محروم ہو جاتی ہے اور یہ بچے بھی ممکنہ سماجی ومعاشی مرتبے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پاکستان میں اردو کے نفاذ کا ایک معاشی پہلو یوں بھی ہے کہ ملک میں انگریزی سمجھنے والے دو چار فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔ یہ زبان (انگریزی) دراصل ہماری اشرافیہ یا ''کالے انگریزوں'' جرنیلوں اور نوکرشاہی کی زبان ہے۔ انگریزی ہی کی بدولت ان ان لوگوں کا اقتدار اور برتری ہے۔ اگر اردو پاکستان کی سرکاری زبان بن جاتی ہے تو ان کالے انگریزوں اور ان کی آنے والی نسلوں کا اقتدار اور برتری ختم ہو جائے گی۔ اگر اردو ہماری سرکاری زبان نہیں بنتی تو غریب اور متوسط طبقے کے بچے کلرک، مزدور اور چپراسی ہی بنیں گے، چاہے کتنے ہی ذہین کیوں نہ ہوں، اور کلیدی اسامیاں مقتدر طبقے ہی کے بچوں کا مقدر بنیں گی۔ سی ایس ایس کے امتحان اردو میں نہ کروانے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ آج بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ امتحانی مراحل اور مصاحبوں (انٹرویو) میں وہی امیدوار کامیاب ہوتے ہیں جن کی انگریزی اچھی ہوتی ہے، چاہے نفسِ مضمون میں وہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔

اردو اپنے حق کے مطابق اگر مروج نہیں ہو سکی ہے تو اس کا ایک معاشرتی نقصان یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کی انگریزی اچھی نہ ہو وہ انگریزی جاننے والوں سے عموماً خود کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں اور نتیجتاً اپنی قوت کار کو گھٹا لیتے ہیں۔ دوسری طرف انگریزی جاننے اور اس کو اوڑھنا بچھونا بنا لینے والے خواہ مخواہ احساس برتری کا شکار ہو کر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں اور اپنی علمیت کا رعب جھاڑنا ان کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے، نیز وہ اپنی زبان کو بگاڑ لیتے ہیں۔

اب ذرا جذباتی پہلو یا قومی غیرت کے لحاظ سے اس مسئلے کا جائزہ لیجیے۔ ۱۹۴۸ء میں ایک مملکت دنیا کے نقشے پر ابھری جس کا نام نام نہاد اسرائیل ہے (نام نہاد اس لیے کہ اس مملکت کی کوئی قانونی یا اخلاقی بنیاد نہیں ہے، ایک بدمعاش ٹولے نے ایک خطہ زمین کو اس کے اصل باشندوں سے چھین کر بیرونی آبادکاروں کے حوالے کر دیا)۔ ایک روایت کے مطابق اس مملکت کے قیام کے وقت ان کی مردہ زبان عبرانی جاننے والے ان کے پاس صرف بارہ افراد تھے، لیکن انھوں نے محنت کر کے اپنی مردہ زبان کو اپنی سرکاری وتعلیمی زبان بنا دیا۔ ایک حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ تم مشرکین کی مشابہت سے بچو، بلکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں تم اس کے الٹ کرو۔ ہم نے اپنے نبی مہربان ﷺ کی اور کسی بات پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، کم از کم اس حدیث پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ جن دنوں نام نہاد اسرائیل والے اپنی مردہ زبان کو زندہ کر رہے تھے، ان دنوں سے ہم نے اپنی زندہ زبان کو، جس میں تمام تر اعلیٰ سائنسی مضامین بہ شمول ایم بی بی ایس، بی ای (انجینئرنگ)، طبیعیات، کیمیا وغیرہ الغرض ایک مضمون انگریزی کے سوا تمام مضامین اردو میں پڑھائے جا رہے تھے، مردہ کرنے کی کوشش شروع کر دیں، اور آج اپنی زبان کو مردہ کرنے کی یہ کوششیں کافی آگے بڑھ چکی ہیں۔ اردو، رومن انگریزی میں لکھی جانے لگی ہے بلکہ اب تو قبروں کے کتبے بھی انگریزی میں لکھے جانے لگے ہیں، خود راقم الحروف نے کراچی کے تین قبرستانوں میں یہ کتبے دیکھے ہیں۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اگر ہماری یہی روش رہی تو اردو بس لگ بھگ بیس سال کی مہمان ہے۔

جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں تیس سال تک تمام مضامین اردو میں پڑھائے جاتے رہے۔ یہ سلسلہ سقوط حیدرآباد تک جاری رہا جس کے بعد وہاں اردو ذریعۂ تعلیم کو ختم کر دیا گیا۔ بعد میں ایک غیر ملکی وفد نے وہاں کا دورہ کرنے کے بعد اردو ذریعۂ تعلیم ختم کرنے کی وجہ پوچھی تو منتظمین کوئی جواب نہ دے سکے۔ ہمارے ہاں جو واقعی بڑے لوگ گزرے ہیں (مثلاً ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب) ان کی بہت بڑی اکثریت اردو میڈیم کی پڑھی ہوئی ہے، انگریزی میڈیم نے کوئی بڑی شخصیت پیدا نہیں کی، الا ماشاء اللہ۔ جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل ڈاکٹروں کی اپنے مضمون پر گرفت اتنی مضبوط تھی کہ انگلستان میں ایف آر سی ایس وغیرہ کے داخلہ ٹیسٹ سے ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ دراصل تخلیقی قوت اپنی ہی زبان سے آتی ہے۔

دوسری طرف مشرکین کا معاملہ ہے۔ ہمارے پڑوسی مشرک ملک میں آزادی کے بعد جب اسمبلی میں سرکاری زبان کے سلسلے میں رائے شماری ہوئی تو اردو

اور ہندی کے ووٹ بالکل برابر ہو گئے۔ اس کے بعد اسپیکر کے فیصلہ کن ووٹ سے ہندی سرکاری زبان بن گئی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ ہر سال اپنی مردہ زبان سنسکرت کے کچھ الفاظ منتخب کر لیتے ہیں اور پھر میڈیا اور دوسرے ذرائع ان مردہ الفاظ کو عام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آپ نے کسی انگریز یا امریکی کو انگلستان یا امریکہ میں نمبر (اعداد) اردو میں بتاتے ہوئے یا اپنی گفتگو میں جا بجا اردو الفاظ استعمال کرتے ہوئے دیکھا یا سنا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو ان کے مقابلے میں تھوڑی بہت غیرت کا مظاہرہ تو ہمیں بھی کرنا چاہیے۔ یہاں پر میں دو افراد کے واقعات نقل کر رہا ہوں جو کہ آنکھیں کھول دینے والے ہیں۔ ایک معالج امراض ذہنی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسے انگریزی میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کی جہاں پڑھانے والے بھی انگریز تھے۔ اگر غلطی سے کوئی اردو کا لفظ زبان سے نکل جاتا تو بہت شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی۔ پھر انٹر میں بھی ذریعہ تعلیم انگریزی ہی تھی۔ ایم بی بی ایس تو تھا ہی انگریزی میں۔ اس کے بعد وہ تخصیص (اسپیشلائزیشن) کے لیے امریکہ چلے گئے۔ وہاں پڑوسی ملک میکسیکو (جو کہ امریکہ کے بالکل ساتھ لگا ہوا ہے) سے بھی ڈاکٹر اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ آئے ہوئے تھے۔ ان ڈاکٹروں کو انگریزی بالکل نہیں آتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب اپنی انگریزی دانی پر بہت خوش تھے کہ انہیں انگریزی آتی ہے اور میکسیکو والے ڈاکٹروں کو انگریزی نہیں آتی۔ وہ بتاتے ہیں کہ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھ ماہ کے اندر میکسیکو کے ڈاکٹروں نے انگریزی میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ اپنا کام بخوبی چلانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ پھر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ جو کام میں چھ مہینے کی محنت سے کر سکتا تھا، اس کے لیے میں اپنے تہذیبی ورثے، اقبال، غالب، میر، اکبر الہ آبادی وغیرہ سے کٹ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اتنی انگریزی پڑھنے کے باوجود ان کے لیے انگریزی کی نسبت اردو میں اظہار خیال کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ اردو اپنی زبان ہے۔

دوسرا واقعہ انگلستان کے ایک وزیر تعلیم کا ہے۔ ایک بار یہ صاحب پاکستان آئے، ہمارے کالے انگریزوں نے انہیں اپنے انگریزی میڈیم اسکولوں کا دورہ کرایا۔ دورے کے بعد ان سے پاکستانی بچوں کو انگریزی میں تعلیم دیے جانے پر ان کے تاثرات پوچھے گئے۔ ہمارے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ وہ صاحب اس بات سے بہت خوش ہوں گے لیکن انہوں نے جو جواب دیا وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں اپنے ملک میں ایسا کرتا کہ کسی غیر ملکی زبان میں طلبہ کو تعلیم دلواتا تو دو جگہوں میں سے ایک جگہ مجھے ضرور جانا پڑتا، پھانسی گھاٹ یا پھر پاگل خانہ۔ بقول ان کے دوسری زبان میں تعلیم دینے سے بچے کی ذہانت اور تخلیقی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

اس مسئلے کو ایک اور مثال سے سمجھیے۔ فرض کریں، آپ اپنے دوست کے ساتھ جا رہے ہیں، آپ کی جیب میں دو سو تیس (۲۳۰) روپے ہیں۔ راستے میں آپ کو کوئی چیز خریدنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے جس کی قیمت دو سو چالیس (۲۴۰) روپے ہے۔ اب اگر آپ دوست سے دس روپے قرض لیتے ہیں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ یقیناً آپ کہیں گے کہ اس قرض میں کوئی برائی نہیں، اور واقعتاً نہیں ہے۔ اب ذرا معاملے کو اس طرح دیکھیے کہ آپ کو جو چیز خریدنی ہے اس کی قیمت صرف دس روپے ہے۔ اپنی جیب میں دو سو تیس روپے رکھتے ہوئے بھی اگر آپ دوست سے دس روپے مانگیں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ یقیناً نہیں۔ زبان کے مسئلے کو بھی اسی طرح دیکھیے۔ جو الفاظ ہماری اپنی زبان میں ہیں، ان کی جگہ ہمیں دوسری زبان کے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ غلط اور بلا ضرورت قرضوں نے ہمارے پیارے وطن کا کیا حال کر دیا ہے؟ ''لسانی قرض'' بھی کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنی فلاح کے لیے صرف روحانی طور پر ہی نہیں بلکہ لسانی طور پر بھی اپنی اصل کی طرف پلٹنا ہوگا۔

پاکستان میں اردو کا نفاذ صرف سیاسی ہی نہیں آئینی پہلو سے بھی اہم ہے۔ پاکستان کے ہر آئین میں اردو کے نفاذ کی ضمانت دی گئی ہے۔ آئین کسی قوم اور ملک کی نہایت اہم اور مقدس دستاویز ہوتی ہے جس پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ نمبر ۲۵۱ میں ان الفاظ میں اردو کے نفاذ کی ضمانت دی گئی ہے۔

۲۵۱۔ (ا) پاکستان کی قومی زبان اردو ہے اور یوم آغاز سے پندرہ برس کے اندر اندر اس کو سرکاری و دیگر اغراض کے لیے استعمال کرنے کے انتظامات کیے جائیں گے۔

تحریک پاکستان کی بنیاد میں دو چیزیں تھیں۔ ایک اسلام اور دوسری اردو زبان، کیوں کہ ہندو اکثریت ان دونوں کے درپے تھی۔ آج بھی خلفشار کے اس دور میں یہی دو چیزیں پاکستان کو متحد رکھ سکتی ہیں۔ اردو کے مخالف جب اردو پر یہ غلط اور بے بنیاد اعتراض کرتے ہیں کہ اردو میں سائنسی مضامین نہیں

پڑھائے جاسکتے__ حالانکہ لگ بھگ تیس برس تک جامعۂ عثمانیہ اورانجینئرنگ کالج رڑکی اور دیگر جگہوں پر اعلیٰ ترین سائنسی مضامین بشمول ایم بی بی ایس، بی ای، اردو میں پڑھائے جاتے رہے ہیں__ تو کیا ہماری دیگر چھوٹی زبانیں ان مضامین کو سمونے اور منتقل کرنے کی متحمل ہوسکتی ہیں؟ جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اردو سرکاری یا دفتری زبان نہیں بن سکتی، تو حیدرآباد دکن کا ذکر تو چھوڑیے جہاں سرکاری دفاتر میں تمام کام اردو میں ہوتا تھا، موجودہ دور میں مقتدرہ قومی زبان جیسا ادارہ اردو کو دفتری زبان بنانے کے لیے پچھلی صدی سے تیار بیٹھا ہے۔ یہ ادارہ کہتا ہے کہ بس حکم کی دیر ہے، اردو زبان نافذ ہونے کے لیے بالکل تیار ہے۔ اردو جدید اطلاعاتی دور کے شانہ بشانہ چلنے کی بھی اہلیت رکھتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کمپیوٹر پر اردو رسم الخط میں کام کے حوالے سے یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان پیج کے سوا کام نہیں ہوسکتا جس کی وجہ سے اردو معلومات کو گراف، چارٹ، جدول (tables) میں اُس طرح پیش کرنا ممکن نہیں جیسے انگریزی میں ممکن ہے۔ مگر اردو کے بہی خواہوں کے لیے خوشخبری یہ ہے کہ سافٹ ویئر ماہرین نے اب ان پیج ایپلیکیشن کو مائکروسافٹ ورڈ اور ایکسل کے ساتھ جوڑ کر ان سافٹ ویئرز پر اردو میں کام کرنا بہت آسان بنا دیا ہے نیز ان پیج کا مواد یونی کوڈ میں تبدیل کرنا ممکن ہے جس کے بعد اردو مواد کو انٹرنیٹ کے ذریعے برق رفتاری سے ارسال کیا جاسکتا ہے (اس سلسلے میں ایک ویب سائٹ www.urdu.ca سے کلیدی مدد لی جاسکتی ہے)۔

بعض لوگ صوبائی اور دیگر چھوٹی چھوٹی علاقائی زبانوں کو سرکاری یا قومی زبان بنانے کی بات کرتے ہیں۔ جہاں تک علاقائی اور چھوٹی زبانوں کو سرکاری زبان بنانے کا سوال ہے تو میری رائے میں اس سے ملک کا شیرازہ ہی بکھرے گا، ملک کی شیرازہ بندی نہیں ہوگی۔ ہم صوبائی زبانوں کے قطعی مخالف نہیں ہیں بلکہ پنجابی، سندھی، بلوچی اور پشتو وغیرہ سب زبانیں ہیں ہماری اپنی زبانیں ہیں۔ ہمارا آئین بھی دفعہ ۲۵۱ کے تحت انہیں ان الفاظ میں تحفظ دیتا ہے:

> ۲۵۱۔ (۳) قومی زبان کی حیثیت کو متاثر کیے بغیر، کوئی صوبائی اسمبلی قانون کے ذریعے قومی زبان کے علاوہ کسی صوبائی زبان کی تعلیم، ترقی اور اس کے استعمال کے لیے اقدامات تجویز کرسکے گی۔

ملک میں اس وقت اہمیت کے لحاظ سے انگریزی پہلے درجے پر ہے، اردو دوسرے اور صوبائی زبانیں تیسرے درجے پر۔ جب اردو سرکاری زبان بن جائے گی تو اہمیت کے لحاظ سے اردو پہلے درجے پر آجائے گی، صوبائی زبانیں بہ لحاظ اہمیت تیسرے سے دوسرے درجے پر آجائیں گی، یعنی اردو کا نفاذ ہماری علاقائی زبانوں کے تحفظ اور ترقی میں مدو معاون ہوگا۔

ہمارے ساتھ یہ کتنا بڑا المذاق یا پھر المیہ ہے کہ ہماری قومی زبان الگ ہے اور سرکاری زبان الگ، لیکن ہم اس تضاد کے اتنے عادی ہوگئے ہیں کہ ہم نے اس کو زندگی کا لازمہ سمجھ لیا ہے۔ دراصل اردو کے نفاذ سے اقتدار نیچے تک یعنی عوام کو منتقل ہوجائے گا۔ شاید یہی امر اردو کے نفاذ میں رکاوٹ ہے۔

کوئی بھی دانش مند انسان یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنا سو فیصد وقت اردو کے نفاذ کے لیے وقف کردیں۔ نہیں ہرگز یہ ہمارا مقصد نہیں کہ اپنی نوکری، اہل خانہ اور سماجی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر بس، اردو کی ترویج میں لگ جائیں۔ ہمیں اردو کے نفاذ کی کوششوں کے لیے اپنا پچاس فیصد یا پچیس فیصد بلکہ دس فیصد وقت بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ایک فیصد وقت تو اس کام کا حق بنتا ہے۔ یہ بھی دین اور ملک کی اہم خدمت ہے، بلکہ ایسی خدمت جو اہم ہونے کے باوجود توجہ سے محروم ہے۔

ہم نے انگریزی (بمقابلہ اردو) کے لیے جو کچھ کہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انگریزی کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور ہم انگریزی سے قطع تعلق کر لیں۔ فی زمانہ انگریزی سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان ہے۔ اگر ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنا ہے تو ہمیں انگریزی سیکھنی ہوگی۔ ہم جس چیز کے مخالف ہیں وہ صرف یہ ہے کہ انگریزی ذریعہ تعلیم ہے اور سرکاری زبان ہے، ہم انگریزی کے بطور مضمون پڑھائے جانے کے مخالف نہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کے لیے اصل کتب کے اردو تراجم ہونے چاہئیں۔ لیکن یہ کام سرکاری سرپرستی چاہتا ہے جس کے لیے ہمیں کوشش کرنی پڑے گی۔ یاد رکھیے! ہمارے بعد جو لوگ آرہے ہیں وہ اس مسئلے کی اہمیت کو بالکل نہیں جانتے۔ یعنی یہ کام اگر ہم نے کرلیا یا کرانے کی کوشش کرتے رہے تو ٹھیک ہے، ورنہ بعد میں یہ کام اور زیادہ مشکل ہوجائے گا اور وقت نکل جائے گا جو ابھی ہمارے پاس ہے۔ ذرا سوچیے، ہمارا ملک ایک ایسے ملک کے طور پر شناخت کیا جائے گا جس کی زمین، فصلیں، ثقافت، لباس، غذائیں تو اپنی ہوں، اور زبان اپنی نہ ہو۔

بلاشبہ اگر آپ کو اردو سے محبت ہے تو اردو کی محبت میں یہ کام کریں۔ اگر آپ کو پاکستان سے محبت ہے تو آپ پاکستان کی ترقی واستحکام کے لیے یہ کام کریں۔ لیکن ان سب سے بہتر یہ ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی رضا کی طلب اور اسلام کی محبت میں یہ کام کریں۔ کیونکہ اس کام سے پاکستان کا استحکام، اسلام کا بول بالا اور استحصالی نظام ختم ہوگا، اور ان شاء اللہ اپنے رب کے ہاں آپ کو اجر بھی ملے گا۔

....

.... نفاذِ اردو کے سلسلے میں کرنے کے کام ....

☆ کوئی بھی کام، چاہے اس کے لیے کتنی ہی محنت کیوں نہ کر لی جائے، اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک خالقِ کائنات کی مرضی نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے باقاعدہ دعا کی جائے کہ نفاذِ اردو کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

☆ جو لوگ اردو کو نافذ کروانا چاہتے ہیں وہ آپس میں مل کر تنظیمیں بنالیں۔ منظّم ہونے سے کام آسان ہوجاتا ہے۔ اس طرح تمام تنظیموں کی ایک 'مجلس عمومی' یا 'مجلس عاملہ' ہوتا کہ تمام تنظیموں کے درمیان اشتراکِ عمل ہو۔

☆ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن) نے مختلف سائنسی، فنی اور سماجی علوم کی کتب بے انتہا لاگت اور محنت سے اردو میں ترجمہ و تصنیف کرائی تھیں۔ اب وہ علم کے موتی اور خزانہ بکھر کر ضائع ہو رہا ہے۔ اس 'دولت' کو محفوظ کرنے اور آئندہ اسی بنیاد پر پھر سے کام کو آگے بڑھانے کے لیے پہلے مرحلے میں تو ان کتابوں کی فہرست مرتب کر لی جائے۔ بعدازاں ان کتابوں کو تھوڑی تعداد میں چھاپ لیا جائے۔ یہ طباعت انفرادی سطح پر تو مشکل ہوگی البتہ جامعات و دیگر سرکاری ادارے یہ کام آسانی سے کرسکتے ہیں۔ اس طرح ہر ادارہ/ جامعہ ایک یا زائد کتب چھاپنے کی ذمہ داری لے لے۔ یہ نادر کتب کسی اہلِ علم و اہلِ درد کے پاس موجود ہوں تو ان کے ناموں اور ذخیرہ گاہ کی اطلاع درج ذیل پتوں پر دی جاسکتی ہے:

۱۔ پوسٹ باکس ۲۷۲۷ کراچی، جی پی او۔ ۲۔ nifazeurdu1@gmail.com ۳۔ tnupk@yahoo.com

☆ دستخط انسان کی پہچان ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنے دستخط اردو میں کرنے چاہئیں۔

☆ اپنے اور اپنے اداروں کے تعارفی کارڈ (وزیٹنگ کارڈ) اردو میں چھپوانے چاہئیں۔

☆ ہمارے یہاں دعوت نامے اس زبان میں چھاپے جاتے ہیں جو نہ بلانے والے کی زبان ہے اور نہ ہی بلائے جانے والوں کی۔ اپنی تقاریب کے دعوت نامے ہمیں اردو میں چھپوانے چاہئیں۔

☆ اپنے موبائل فون کی ترتیب ہمیں اردو میں رکھنی چاہیے اور ایس ایم ایس بھی اردو میں کرنے چاہئیں۔

☆ اگر ہمارے دفاتر اور کاروبار ہمارے اپنے ہیں تو ہمیں اپنے دفتری، کاروباری امور کو حتی الوسع اردو ہی میں نمٹانا چاہیے۔

☆ اپنی دکانوں اور دفاتر کے سائن بورڈ ہمیں اردو (یا کم از کم انگریزی کے ساتھ اردو) میں لکھوانے چاہئیں۔

☆ ہمارے ایک دن کے وقت کا ایک فیصد تقریباً چودہ (۱۴) منٹ بنتا ہے اور مہینے کا ایک فیصد تقریباً ۷ گھنٹے۔ اس وقت کو ہم اس طرح استعمال کر سکتے ہیں کہ اپنے اہلِ خانہ، دوستوں، پڑوسیوں کے ساتھ اور دفتر کے ساتھیوں سے اس موضوع پر بات کریں اور انہیں اردو کے نفاذ کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ جہاں ضرورت ہو وہاں روایتی ڈاک یا برقی ڈاک (ای میل) کے ذریعے مختلف اداروں اور اخبارات و رسائل کو اس موضوع پر خطوط لکھیں۔ اگر حالات اجازت دیں تو ہم خیال لوگوں کی تنظیم بنا کر باقاعدہ پندرہ روزہ/ ماہانہ سرگرمیاں کریں۔

ان امور پر عمل کرنے میں شروع میں ہمیں تکلیف تو ہوگی لیکن ان شاء اللہ یہ مشکل جلد رفع ہوجائے گی۔ یاد رکھیے! ہر بڑا کام محنت اور مستقل مزاجی چاہتا ہے۔

ایک حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات سے لاتعلق رہا وہ ہم میں سے نہیں۔ یاد رکھئے، اردو کے نفاذ کا مسئلہ محض ایک زبان کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک دینی، قومی، ملکی، معاشی اور معاشرتی مسئلہ ہے۔ خدانخواستہ ایک دو نسلوں بعد اردو (بطور زبان) مٹ گئی تو اس کے ذمہ دار وہ لوگ بھی ہوں گے جو نہ جاننے یا جاننے کے باوجود اپنی مصروفیات میں سے وقت نہ نکال سکے۔ کیا ہم اس اہم مسئلے کے لیے اپنے وقت کا ایک فیصد بھی نہیں نکال سکتے؟

(چوہدری احمد خان مرحوم نے نفاذِ اردو کے موضوع پر بہت محنت سے ایک کتاب "اردو سرکاری زبان" لکھی تھی۔ اسے ادارہ منشورات، بالمقابل منصورہ، ملتان روڈ، لاہور نے شائع کیا ہے۔ کراچی میں یہ کتاب مکتبہ تعمیر افکار، عقب بقائی ہسپتال، کراچی سے بھی دستیاب ہے۔ جو افراد اس موضوع سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔)

☆☆☆